بَقْل = ترہ وسبزی، و بقال کل نبات اخضرت لہ الارض۔ یعنی یہ لفظ ہر اس نبات کے لیے بولا جاتا ہے جس سے زمین سبز ہو جائے (صراح)۔ ترہ و سبزہ کہ از تخم بر دیدنہ از بیخ (منتہی الارب)۔ ترہ کا لفظ فارسی زبان میں ساگ اور ترکاری دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اوپر جو حوالے میں نے دیے ہیں ان میں ترہ وسبزی واو عطف کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اس لیے ساگ، ترکاری لکھنا زیادہ صحیح ہے۔

قِثَّاء = خیار (صراح)۔ خیار ترہ کہ از خیار دراز باشد (یعنی ککڑی) و خیار (یعنی کھیرا) (منتہی الارب)۔ اس کا ترجمہ واقعی مجھ سے چھوٹ گیا ہے آئندہ اس کا اضافہ کر دوں گا۔

فُوم = سیر مثل ثوم، و نخود، و گندم (صراح)۔ سیر و گندم و نخود و ہر دانہ کہ ازاں نان پزند و ہر گرہ سیر و پیاز (منتہی الارب) سیر کے معنی فارسی زبان میں لہسن کے ہیں۔

عَدَس = نرسک نوع از غلہ، ہندی مسور (صراح)۔ نرسک (منتہی الارب)۔

بَصَل = پیاز (صراح و منتہی الارب)۔

چونکہ زیادہ تر الفاظ جو اس آیت میں استعمال ہوتے ہیں وسیع المعنی ہیں اور ہر ایک کے تمام معانی ترجمے میں نہیں دیے جا سکتے تھے اس لیے میں نے وغیرہ کا لفظ استعمال کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ الفاظ اسی طرح کی دوسری چیزوں پر بھی حاوی ہیں۔ چونکہ میں نے ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ ترجمانی کی ہے اس لیے قرآنی الفاظ کے حدود میں رہتے ہوئے اس طرح کے اضافے کر دیے ہیں جو قرآنی عبارات کے منشاء کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

قصہ آدمؑ و ابلیس کے بارے میں چند اشکالات

سوال: اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ جل شانہ قرآن کریم میں واقعات کو بیان فرمانے میں اجمال و اختصار فرماتے ہیں اور غیر ضروری تفاصیل سے گریز فرماتے ہیں۔ اسی طرح بلا وجہ قرآن سے تفصیلات حاصل کرنے اور تنقیدی نظر کے مطالعہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مگر پڑھنے اور تلاوت کے دوران میں اچانک

اور اتفاق سے کوئی بات اگر ذہن میں کھٹک جائے تو جب تک وہ کانٹا نکل نہ جائے چبھن کا احساس رہتا ہے۔ چنانچہ ایک ایسی ہی صورت اللہ جل شانہ اور ابلیس کے مکالمے میں پیش آئی ہے جو سورۃ الاعراف آیات ۱۲ تا ۱۸، سورۃ الحجرات آیات ۳۲ تا ۴۳، اور سورۃ ص آیات ۷۵ تا ۸۵ میں بیان ہوا ہے۔

مضمون ایک ہی ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔ تلخیص یہ ہے کہ ابلیس کی نافرمانی پر اللہ جل شانہ نے اسے نکل جانے کا حکم دیا اور یوم جزا تک اس پر لعنت فرمائی۔ ابلیس نے یوم حشر تک مہلت مانگی جو باری تعالیٰ نے مرحمت فرمائی۔ پھر ابلیس نے اللہ کو رب کہہ کر پکارا اور اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائی اور کہا کہ میں یوم حشر تک ان سب (انسانوں) کو (اکثر کو) بہکا کر رہوں گا۔ اس مکالمہ سے جو نتائج اخذ ہوئے اور جو سوالات پیدا ہوئے وہ یہ ہیں:

۱۔ آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے بعد شیطان کو مہلت مل گئی اور اسے جنت سے نکالا نہ گیا جو بعد کے اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ وہ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی کو جنت میں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر سورۃ الاعراف میں شیطان کو مہلت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری بار فرماتا ہے کہ "نکل جا یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا"۔ کیا مہلت دینا اور نکل جانے کا حکم دینا ایک دوسرے سے ٹکراتا نہیں ہے؟

۲۔ اس مکالمے کے وقت تو صرف دو انسان آدمؑ اور ان کی بیوی موجود تھیں۔ مگر ابلیس کہتا ہے کہ "میں ان سب کو بہکا کر رہوں گا" تو کیا اس وقت اور انسان بھی پیدا ہو چکے تھے؟ یا ابلیس کو اس مشیت ایزدی کا پہلے سے علم تھا کہ دونوں میاں بیوی دھوکا کھانے کے بعد جنت سے نکال دیے جائیں گے اور پھر زمین پر ان کی آل اور اولاد بڑھے گی جسے بہکایا جائے گا۔

۳۔ کیا ابلیس بذات خود آج کل کے کئی انسانوں سے بہتر پوزیشن میں ہے کہ اولاً تو وہ موحد ہے اور سب سے بڑے گناہ شرک سے مجتنب۔ ثانیاً وہ ملحد اور دہریہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو رب کہہ کر پکارتا ہے اور اس کی عزت کی قسم کھاتا ہے۔ ثالثاً یہ کہ یوم حشر اور جزا پر بھی یقین رکھتا ہے۔ رابعاً یہ کہ وہ صرف انسان کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ کا دشمن نہیں ہے۔

۴۔ کیا تمام غلط اور باطل عقائد جو انسان رکھتا ہے اور گناہ کے کام کرتا ہے وہ محض شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے یا اپنے ارادے سے؟ اگر اپنے ارادے سے کرتا ہے تو شیطان بری الذمہ۔ اگر شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے تو انسان بری الذمہ۔

جواب:- (از ملک غلام علی صاحب) آپ کے سوالات کے مختصر جوابات درج ذیل ہیں:-

۱- آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ آدم کو سجدہ نہ کرنے کے بعد شیطان کو جنت سے نہ نکالا گیا۔ جنت سے اس کا اخراج جیسا کہ آپ نے لکھا ہے سورۂ اعراف میں مذکور ہے۔ آپ کو غالباً اشکال اس بنا پر ہے کہ جب وہ جنت سے نکال دیا گیا اور حضرت آدم جنت ہی میں رہے تو اسے بہکانے کا موقع کیسے مل گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہکانے کے لیے جنت میں ابلیس کا داخل ہونا ضروری نہیں۔ اسے اللہ نے ترغیب کی جو صلاحیت و مہلت دی ہے اس کے باعث وہ جہاں بھی ہو نفسِ انسانی کو ورغلا اور اسے نافرمانی پر اکسا سکتا ہے۔ اس لیے وہ جنت سے باہر رہ کر بھی حضرت آدمؑ کے ذہن و قلب پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔ مہلت دیے جانے اور اخراج میں بھی کوئی تصادم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جنت میں رہنے کے لائق نہ رہا لیکن اسے اغوائے انسان کی مہلت دی گئی۔

۲- تخلیقِ آدم کا مقصد اللہ نے خلافت و نیابت کو قرار دیا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آدم اور نسلِ آدم کو یہ ذمہ داری سپرد کی جا رہی تھی۔ اِسی لیے فرشتوں نے یہ خدشہ محسوس کیا کہ نسلِ انسانی فساد و خونریزی کرے گی۔ شیطان کو اس بات کا علم ہونا ضروری نہیں کہ حضرت آدم اس کے فریب میں آئیں گے اور جنت سے نکلیں گے۔ لیکن یہ بات تو وہ بھی جانتا تھا کہ میاں بیوی سے سلسلۂ توالد و تناسل قائم ہوگا۔

۳- ابلیس کو موحّد اور مومن بالآخرہ کہنا بہت بڑی بات ہے جو کسی کے منہ یا قلم سے نکل سکتی ہے۔ آپ غور کریں کہ ابلیس نے اللہ کے حکم کا صاف انکار کیا۔ اللہ کے مقابلے میں استکبار کیا۔ اور جب اللہ نے پوچھا کہ تو نے کیوں نافرمانی کی تو اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں جس کے سجدے کا تو نے حکم دیا ہے۔ کیا اِس کا نام توحید ہے۔ یہ تو درحقیقت اللہ کا مدِمقابل بننا اور خدائی کا دعویٰ کرنا ہے۔ ایک شخص آپ کی عزت کی قسم کھا کر اگر یہ کہے کہ وہ نہ آپ کی بات مانے گا، نہ کسی کو ماننے دے گا تو کیا محض یہ قسم اس کے جرم کو ہلکا کر دے گی؟ بلکہ اس طرح تو اس کی ڈھٹائی کا مزید ثبوت فراہم ہوگا۔ ابلیس کو اللہ کا دشمن کہنے کے بجائے صرف انسان کا دشمن کہنا بھی عجیب چیز ہے۔ معلوم نہیں آپ کے نزدیک دشمن کا مفہوم کیا ہے؟ اللہ نے تو سب نافرمانوں کو اعداءُ اللہ کہا ہے اور جہنم کی وعید دی ہے۔ ابلیس جو پوری بنی نوعِ انسان کا دشمن ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں، اور جس نے اللہ کے

(باقی بر صفحہ ۳۸)